سہ ماہی "تحقیق و تجزیہ" (جلد4، شمارہ1:)، جنوری تا مارچ 2026ء

Nature and Poetic Literature

فطرت اور شعری ادب

Dr.Samina Gul*[1]
Assistant Professor, Department Of Urdu, University Of Lahore, Sargodha Campus.
Dr.Farzana Kokab*[2]
Chairperson , Department of Urdu, BZU, Multan.

ڈاکٹر ثمینہ گل☆[1]
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف لاہور، سرگودھا کیمپس، سرگودھا
ڈاکٹر فرزانہ کوکب☆[2]
صدر نشین، شعبہ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

Correspondance: samina.shamshad@sgd.uol.edu.pk

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 01-01-2026
Accepted:27-03-2026
Online:31-03-2026

Copyright:© 2026 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: The concept of nature is quite ambiguous. However, the meaning of such a complex word can be clarified in the following way: if we take nature to mean the world of leaves and buds, then just as trees absorb minerals from the soil for their growth, similarly, human beings are intrinsically connected to their ancestors. The meaning of nature also encompasses instinct and involuntary action. Nature refers to human temperament and its inherent qualities. It is the creative stages of the universe that have shaped human disposition. Nature not only reflects human temperament but also points to the temperament of the cosmos itself. According to the philosophy of idealism, the external world is a reflection of the human mind, whereas Plato believed that nature evolves through sensory experiences. It is true that the human mind has always been the reservoir of knowledge about the universe, and the five senses serve as

references for perception. The universe and nature are external realities. Everything that exists in the skies, the earth, and the oceans is bound together like links in a single chain.

All forms ,from existence to non-existence, contribute to the shaping of human temperament, which can be seen and felt through the eyes. Within the realm of nature lie all those natural scenes scattered across the earth, sky, and atmosphere. Among celestial phenomena are clouds, rainbows, the sun, moon, stars, lightning, thunder, storms, and winds. Aquatic elements include seas, rivers, lakes, ponds, waterfalls, waves, whirlpools, and shores. Terrestrial features encompass mountains, valleys, plains, fields, gardens, flowerbeds, flowers, greenery, rocks, hills, and shrubs. All these become part of nature through the changing seasons.

KEYWORDS: Nature cultivated the human sense of beauty, and from it, literature emerged.

فطرت کا مفہوم بہت مبہم ہے۔ لیکن فطرت جیسے پیچیدہ لفظ کا واضح مفہوم اس طرح پیش کیا جا سکتا ہے فطرت سے پتیوں اور کلیوں کی دُنیا مراد لیں تو جیسے درخت اپنی نشو نما کے لیے زمین سے نمکیات لیتے ہیں اسی طرح انسان بھی اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ فطرت کا مفہوم جبلت اور عمل بلا ارادہ بھی ہے۔اس کے علاوہ اس سے روسو کی طبعی کیفیت Naturalness کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔ ”شریف وحشی“ Noble Savage یعنی انسان کے حرکات و سکنات کا مفہوم بھی اس لفظ سے ادا ہوتا ہے۔ فطرت ایک ایسا لفظ ہے جس کے معنی محدود نہیں ہیں۔ ایم۔ ایچ نکلسن کے مطابق فطرت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک خارجی جس میں مظاہر قدرت شامل ہیں دوسری داخلی فطرت ہے۔ داخلی فطرت سے مراد انسانی مزاج اور اس کی خاصیت ہے۔ کائنات کے تخلیقی مدارج نے ہی انسانی مزاج کی تربیت کی۔ فطرت محض انسانی مزاج کو ہی نہیں بل کہ کائنات کے مزاج کی نشاندہی کرتی ہے۔ فلسفہ تصوریت کے مطابق خارجی دنیا کا وجود انسانی ذہن کا عکس ہے جب کہ افلاطون کے نذدیک محسوسات کے مطابق فطرت کی نشو نما ہے۔ یہ سچ ہے کہ کائنات کا علم کا مخزن انسانی ذہن رہا ہے۔ اور حواسِ خمسہ ادراک کا حوالہ ہیں۔ کائنات اور فطرت ایک خارجی وجود ہے۔ آسمان زمین اور سمندروں میں جو بھی کچھ موجود ہے۔ سب ایک ہی نظام میں زنجیر کی طرح بندھے ہوئے ہیں۔ وجودیت سے لاوجودیت

کی تمام اشکال انسانی مزاج کی تربیت ہے۔ جسے آنکھوں سے دیکھا اور محسوس کیا جا سکتا ہے۔ فطرت کے دائرہ میں وہ تمام قدرتی مناظر ہیں جو زمین اسمان اور فضا میں بکھرے ہوئے ہیں۔ آسمانی مناظر میں بادل، قوسِ قزح سورج چاند ستارے، بجلی، رعد، اندھی، طوفان، سمندر، دریا، جھیل، تالاب، آبشار، موج، گرداب، ساحل، پہاڑ، وادی، میدان، کھیت، باغ، گلشن، پھول، سبزہ، چٹان، ٹیلہ، جھاڑی، سب موسموں کی وجہ سے ہی فطرت کا حصہ بنتے ہیں۔

ابتدا کی موسمیاتی تبدلیوں نے فضا میں ایٹمی ذرات سے متعارف کرایا۔ آہستہ آہستہ اس گرد و غبار کے اجزا کا سمک ڈسٹ میں تبدیل ہوئے۔ اور کائنات جزویاتی حرارت پیدا کرنے لگی۔ جس کی وجہ سے ایٹمی ذرات متحد ہوئے اور سیاروں کی شکل اختیار کرتے چلے گئے۔۔ زمین بھی اسی گردش کا ہی نتیجہ ہے ابتدائی عہد میں زمین پر صرف گیسیں موجود تھیں۔ ان گیسوں کے ذریعے فطرت نے مناظر قدرت کو جنم دیا۔ مرکزی مادے نے تمام گیسوں کو یکجا کیا تو نظام شمسی قائم ہوا۔ نظام شمسی کا جدید نظریہ اصولِ شق اور مدوجزر پر مشتمل ہے۔

ابتدا میں زمین ایک پگھلے ہوئے مادے کی شکل میں تھی۔ کچھ عرصے بعد ایک گھومنے والا ستارہ پاس آیا۔ اور مدوجزر اس ستارے کے اثرات سے بنے۔ پھر اس زمین کا مدار سورج ہوا اور آٹھ سیاروں نے جنم لیا۔ زمین سورج کے گرد چکر کاٹتی رہی۔ زمین پانی میں غرق تھی تاہم ویران چٹانیں ایک قطب سے دوسرے قطب تک بکھری ہوئی نظر آتی تھیں۔ ان چٹانوں پر پودے اگنا شروع ہوئے اور ان پودوں میں بیکٹریا کے جراثیم پیدا ہوئے۔ اس طرح پہلی بار زمین پر زندگی وجود میں آئی۔ اس عہد کو ایکویک ایرا کہتے ہیں۔ اس وقت زمین پر پانی ہی پانی تھا اس لیے زیادہ تر زندگی آبی تھی اس عہد میں کچھ پودے اور کچھ جانور تھے جو لاروا کی شکل اختیار کیے ہوئے تھے اس زمانے کو اب زمین اور زیادہ ٹھنڈی ہو کر برف نظر آنے لگی۔ پودوں کی تعداد میں سمندر کی گھاس بھی شامل ہوگئی۔ اس کو آرکیو ئیک دور کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد جانوروں نے اور زیادہ ترقی کی۔ اب سرطان، گھونگھے اور جھینگا مچھلی وغیرہ کا وجود ہوا۔ ان جانوروں کو قوت باصرہ، قوت سامعہ بھی حاصل ہوئی۔ اس زمانے میں ریڑھ دار جانور پیدا ہوئے جس کی مثال مچھلی ہے یہیں سے انسان کی بنیاد پڑتی ہے کیونکہ انسان کے جسم میں ریڑھ کی ہڈی ہے

کچھ عرصہ کے بعد ریڑھ دار جانور زمین پر آنے لگے جن کو جل بھومی کے نام سے منسوب کیا گیا۔ اس لفظ کا مفہوم ہے دوہری زندگی والے جانور یعنی وہ جانور جو سمندر اور زمین دونوں پر رہ سکتے تھے۔ کچھ عرصے بعد ان جانوروں میں نظام عصبی کی بھی تنظیم ہوگئی ان جانوروں کو آنکھیں بھی عطا ہوئیں اور انھوں نے رونا سیکھ لیا۔ مگرمچھ کے آنسو کی مثل یہیں سے مشہور ہوئی۔ پھر ایک زمانہ وہ آیا جب مکمل طور سے جانور زمین پر رہنے لگے۔ اب یہ رینگنے والے جانور ہو گئے اس دور کا مشہور جانور اژدہا ہے۔ انھیں رینگنے والے جانور پیدا ہوئے اور ساتھ ہی دودھ دینے والے جانوروں کی پیدائش شروع ہوگئی۔ میمل جانور ذہین تھے اور کچھ جانوروں میں اڑنے والے جانور بھی نمایاں ہونے لگے۔ باقاعدہ جانوروں کی زندگی کا

آغاز ہوا۔ محبت کے جذبے نے بھی اسی وقت جنم لیا۔ میتھو کے خیال کے مطابق اسی عہد نے پہلی بار بند کی نسل سامنے آئی۔

انسان فطرت ہی کا ایک جزو ہے انسان نے موجود شکل رفتہ رفتہ اختیار کی۔ اس موجودہ شکل کو حاصل کرنے میں اس کو ایک طویل مدت کا سفر کرنا پڑا۔ اور بالآخر وہ اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ تاہم انسان فطرت سے جُدانہ ہو سکا۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ کوئی جزو اپنے کل سے جُدا نہیں ہو سکتا، اس لیے انسان میں اور فطرت میں اب بھی مماثلت پائی جاتی ہے۔ انسان کے ذوق جمال کی تربیت فطرت نے کی جس کے ادب تخلیق ہوا۔

رومانوی تحریک بہ ذات خود اس عقلیت کا ردِ عمل ہے جو انسان اور دنیا کو ایک مشین بنا دینے پر تُلی ہوئی تھی۔ اس لیے رومانوی شعرا نے اپنے آپ کو قید و بند سے آزاد کیا اور جذبہ اور وجدان کی مدد سے فطرت کی کھلی ہوئی فضا کا مطالعہ کیا اور اس کے حسن سے محفوظ ہوئے۔ انسانی جذبات و احساسات فطرت کے امتزاجی دائرہ کار مین چلتے ہیں۔ وہ کبھی بھی فطرت کے رنگ کو چھوڑ کر اپنی پہچان نہیں کرا سکتے۔ دراصل فطرت میں تنظیم موجود ہے۔ ظاہر میں نظریں صرف انتاد یکھتی ہیں کہ پہاڑ، دریا، وادی، ندی اور دیگر مناظر قدرت بے ترتیبی کے ساتھ بکھرے ہوئے ہیں۔ مگر جن لوگوں نے نظام قدرت کا باقاعدہ مطالعہ کیا ہے وہ واقف ہیں کہ سارے مظاہرات قدرت میں ایک غیر معمولی ربط قائم ہے۔ کائنات میں وحدت، خوبی اور تناسب موجود ہے۔ یہ کائنات فن کا ایک حسین نمونہ ہے جس کو ایک ہوشیار اور فیاض خالق نے بنایا۔ اس کا قول ہے کہ فطرت کی ساری تنظیم سے حُسن اور توازن ظاہر ہوتا ہے۔ حسن کا اظہار جس کو صداقت یا اشیا کی فطرت کہتے ہیں۔ فطرت کی تنظیم کے ذریعہ ہوتا ہے۔ مثلاً فضائی حرکات جن کا مشاہدہ زمین اور سمندر میں کیا جاتا ہے، فطرت کی تنظیم کا ثبوت ہے۔ پودا، پتی اور کلی کی نمو سے فطرت کی تنظیم کی پرورش ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مظاہر فطرت کی تنظیم کو سمجھنا بے حد مشکل ہے اگر ستاروں ہی کو دیکھیے تو بظاہر نہایت غیر منظم انداز میں آسمان پر بکھرے ہوئے ہیں۔ شاعری اور اس کے استعارے سماوی و ارضی تفہیم کے ساتھ ساتھ موسموں کے مزاج کا بھی پتا دینے لگے۔

"زمین قصے سنا رہی تھی

وہی تھے قصے وہی فسانے جسے خدا نے

ہوا کے شانوں پہ لکھ دیے تھے

خیال لے کر کمال لے کر

حسین مصرعوں کی ڈھال لے کر

زمیں کے کاغذ پہ آرہے تھے

کہ جیسے کوئی الہام ہو رہا ہو

نظر میں رکھے تمام لمحے زمیں پہ ایسے اتر رہے تھے

یہ جیسے کوئی شجر نہیں ہیں۔جگہ جگہ پر کسی شوریدہ سے شاخچوں پر

یہ برگ و باراں لیے ہوئے ہوں

کہیں مسدس، کہیں مخمس کہیں رباعی کی شکل جیسے

کئی جگہوں پر تو یوں لگے گا خدا کی ساری یہ نثری نظمیں زمیں کے کاغذ پہ آگئی ہوں"(1)

شاعری نے موسموں کے ذریعے کائنات کے کئی بھید کھولے اور مزاجوں کو سمجھنے میں مدد کی۔ موسم بہار میں پھولوں کا کھلنا۔نئے شگوفوں کا سر ابھارنا۔پرندوں کی چہچہاہٹ نے انسانی جذبات میں احساسِ جمالیات کو نمایاں کیا۔جب کہ گرمی اور سردی کی شدت سے انسانی مزاج پر اداسی مایوسی قنوطیت کے احساس کو جنم دیا۔موسم برسات میں ہر سمت سبزہ ہی سبزہ اگنے لگتا ہے۔بارش کی بوندوں سے ہر من چلے کا من بھیگنے لگتا ہے رسیلے آم اور بارش کے بعد ڈھلے موسم میں پکوانوں کی خوشبو سے فضا معطر ہو جاتی ہے اس موسم میں تخلیق نمو پا جاتی ہے۔ایسے مین برسات ایک استعارے کے طور پر استعمال ہوے ی ہے یہیں سے نئی علامتیں بننے لگتی ہیں۔ایک عام انسان کے مزاج میں قنوطیت ختم ہو کے شاعری ذات کا اظہار یہ بن جاتی ہے۔

ہندوستان میں برسات ایک تہوار کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔بارش بادل ٹھنڈی ہوا حبس کی فضا کو بنانے اور توڑنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں انسانی مزاج بھی اس موسم کے تابع ہو جاتا ہے جس کا اظہار اردو شاعری میں کئی جگہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ نظیر اکبر آبادی کی شاعری عام شخص کے لیے تھی مگر ایک عام کو خاص بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔وہ تیز بارش میں کبھی پکوانوں کی خوشبوؤں کو رجائیت کے ساتھ بیان کرتے ہیں تو کبھی بارش سے ہونے والی پھسلن اور کیچڑ سے سماجی مسائل اجاگر کرتے ہیں۔

"پانچویں صدی کے شاعر کالیداس نے سنسکرت میں موسموں، بارشوں اور منظروں کی تعریف و توصیف میں عمدہ نظمیں تخلیق کی ہیں۔ بہرتری کالیداس کا معاصر شاعر تھا اس کے ہاں کائناتی مظاہر کی تعریف میں فکری نظمیں ملتی ہیں"(2)

کائنات کی چیزوں میں کثیر الجہاتی انسلاک ہوتا ہے۔ کچھ کے خیال میں یہ لاشعوری طور پر ہوتا ہے اور کچھ اسے شعوری کوشش کہتے ہیں۔ روایتی تہذیبوں میں اسے مابعد طبیعیاتی کے اصولوں کی روشنی میں دیکھا اور پرکھا جا سکتا ہے۔ مابعد طبیعیاتی عناصر علامتی نظام کے قیام میں مدد کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ تو تخیل کی تفہیم ہو جاتی ہے۔ یہی علامتیں فطرت کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔ روایتی تہذیب کا اصول حقیقت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ کائنات میں مشابہتوں کا ایک وسیع نظام موجود ہے۔ اس قانون کے تحت ہر شے ایک مابعد طبیعیاتی اصول سے اپنی تمام تر حقیقت لے کر وجود کے کسی خاص مرتبے اور اس کی خاص سطح کے مطابق اظہار کرتی ہے۔ اس طرح اسی سطح سے دوسری سطح تک تمام چیزیں ایک دوسرے سے مماثلت رکھتی ہوئی آفاقی وحدت میں باہم مربوط ہو جاتی ہیں۔ یہ علامتیں اردو شاعری میں کائنات کی تفہیم کے ساتھ موجود ہیں۔ اردو شاعری کے علاوہ ایسی علامات مغربی شعری کی بھی جزویات ہیں۔

"چینیوں کا فطری مناظر سے عشق ان کے ادب، شاعری، فلسفے اور مصوری میں نفوذ کر گیا ہے۔ انھوں نے قدرتی مناظر، پہاڑوں جھیلوں اور پھولوں کی بے مثال تصویریں کھینچیں"(3)

عشق کا استعارہ آغاز میں جنس مخالف کی کشش کو کھولتا ہے میر کا عشق ایک انسانی جذبات کی تشکیل کا نام ہے جس کا مزاج موسموں کے ساتھ بدلتا ہے۔ سماجی رویے میر کی شاعری میں روایتی معنویت کے ساتھ نمایاں ہوئے مگر جیسے جیسے وقت نے کروٹیں بدلیں ویسے ویسے لفظ کی تفہیم نے بھی جدید معنی کے پیرہن پہن لیے۔ یہی عشق غالب کے کچھ اور انداز سے سامنے آتا ہے اور پھر اقبال کے ہاں اور معنی دیتا دکھائی دیتا ہے۔ باکمال شعراء نے اسے علامتی طور پر خوب برتا۔ کسی بھی علاقے کے رسم و رواج سماجی، سیاسی، معاشی و معاشرتی حالات اس علاقے کے افراد کے مزاجوں اور رویوں پر اثر انداز ہوتے ہیں ایک تخلیق کار اپنی قوت مشاہدہ سے شعوری اور غیر شعوری کوشش کے ساتھ فطرت کے ساتھ جڑتا چلا جاتا ہے۔ یہی موسم اس تخلیق کار اور سوچ و فکر کرنے والوں کے مزاج کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ہندوستان کے مقامی رواجوں اور تہذیبوں نے ایک تخلیق کار پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ نظیر اکبر آبادی کی شاعری موسموں کی شاعری کے علاوہ وہ ہندوستان کی تہذیب و ثقافت۔ انسانی مزاج اور سیاسی رنگ۔ معاشی حالات کو بھی نمایاں کیا۔ اختر

شیرنی کی شاعری بھی فطرت کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔

گھٹاؤں کی نیل فام پریاں افق پر دھومیں مچا رہی ہیں

ہواؤں کو گدگدا رہی ہیں فضائیں موتی لٹا رہی ہیں"(4)

ادبا اور شعراء نے ماحول، فطرت، ماحولیاتی تبدیلیوں اور ماحولیاتی آلودگی کے مختلف زاویوں کو اپنی تخلیقات میں جگہ دی۔ اردو شاعری کا دامن اس حوالے سے بہت وسیع ہے۔شاعری کی مختلف تشبیہات اور استعارے جغرافیاتی حالات اور تہذیبی اثرات سے تشکیل پاتے ہیں۔برسات کے استعارے اور قدرتی مناظر تخلیق کار کی فکر کا محور دکھائی دیتے ہیں۔ برسات کی علامت کو موجودہ دور کے شعرانے بھی نئے نئے معنوں میں برتا۔ہجر کی کیفیت غم کی تصویر، تشنگی، تڑپ آرزو نے جہاں معنی کے تازہ جہان آباد کیے۔شکیب جلالی کے ہاں جنگل کا استعارہ ایک ایسی فطری فکر کے ساتھ ابھرتا ہے جہاں راستے گم ہو جاتے ہیں وہ ایسے استعاروں میں اپنی پناہ ڈھونڈ لیتا ہے۔عبید اللہ علیم کی شعری فکر پھول خوشبو، لہر، شاخ اور دھوپ جیسے استعارے بنا کر فطرت کے ساتھ جوڑتی ہے۔یہ فطری عناصر ان کی داخلی کیفیات کو نمایاں کرتے ہیں۔انسان کائنات کے رازوں کو پانے کی سعی میں کوشاں ہے۔شاعر اس بھید بھری دنیا کے پوشیدہ رازوں سے پردہ اُٹھاتا ہے۔اور سوچ و فکر کے لیے نئے راستے کھولتا ہے۔ماحولیاتی فکر فطرت کے عناصر اور فطری ماحول کے ساتھ مل کر امتزاجی اور اختلافی بنیادوں پر حیاتیاتی نظام تشکیل دیتی ہے۔اور اس کی نشو نما تازہ افکار کی صورت میں تخلیقی سطح پر نمایاں ہوتی ہے۔

حوالہ جات

1۔ ڈاکٹر ثمینہ گُل، زمیں کا مذہب، اسلام آباد: آزاز پبلی کیشنز،2024ء، ص:20-21

2۔ ڈاکٹر سعادت سعید، اردو قصیدے کا تہذیبی و فنی مطالعہ، لاہور: جامعہ پنجاب، 1987، ص:10

3۔ علی عباس جلالپوری، روایاتِ تمدن قدیم، جہلم: خرد افروز، 1987، ص:11

4۔ ڈاکٹر رفیق سندیلوی، اردو شاعری میں منظر نگاری، لکھنو: نسیم بک ڈپو، 1968ء، ص:25

References:

1 Dr. Samina Gul, Zameen ka Mazhab, Islamabad: Aazaz Publications, 2024, p. 20-21.

2 Dr. Saadat Saeed, Urdu Qaside ka Tehzibi o Fanni Mutalia, Lahore: Jamia Punjab, 1987, p. 10.

3 Ali Abbas Jalalpuri, Riwayat-e-Tamaddun-e-Qadeem, Jhelum: Khirad Afroz, 1987, p. 11.

4 Dr. Rafiq Sandilvi, Urdu Shayari mein Manzar Nigari, Lucknow: Naseem Book Depot, 1968, p. 25.